مطبوعات شعبۂ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند

پہلی جلد ، مقدمہ ، مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی	
دوسری جلد ، عربی ادب ، مرتبہ سید فیاض محمود ، پروفیسر عبدالقیوم	۱۷/-
تیسری جلد ، فارسی ادب ، اول (۱۰۰۰ء-۱۵۲۶ء) مرتبہ ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر وحید مرزا	۱۶/-
چوتھی جلد ، فارسی ادب ، دوم (۱۵۲۶-۱۷۰۷ء) مرتبہ مقبول بیگ بدخشانی	۳۰/-
پانچویں جلد ، فارسی ادب ، سوم (۱۷۰۷ء-۱۹۷۲ء) مرتبہ سید فیاض محمود ، سید وزیر الحسن عابدی	۲۴/-
چھٹی جلد ، اردو ادب ، اول (ابتدا سے ۱۷۰۷ء تک) مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی	۲۲/-
ساتویں جلد ، اردو ادب ، دوم (۱۷۰۷ء-۱۸۰۳ء) مرتبہ سید وقار عظیم	۱۸/-
آٹھویں جلد ، اردو ادب ، سوم (۱۸۰۳ء-۱۸۵۷ء) مرتبہ سید فیاض محمود	۱۶/-
نویں جلد ، اردو ادب ، چہارم (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) مرتبہ سید فیاض محمود ، ڈاکٹر عبادت بریلوی	۲۳/-
دسویں جلد ، اردو ادب ، پنجم (۱۹۱۴ء-۱۹۷۲ء) مرتبہ سید فیاض محمود	۲۷/-
گیارھویں جلد ، بنگالی ادب ، اول (۱۱۸۷ء-۱۸۵۷ء) مرتبہ سید فیاض محمود	۱۸/-
بارھویں جلد ، بنگالی ادب ، دوم (۱۸۵۷ء-۱۹۷۰ء) مرتبہ سید فیاض محمود	۱۷/-
تیرھویں جلد ، علاقائی ادبیات ، اول (پشتو ، پنجابی ، سندھی) مرتبہ سید فیاض محمود	۲۲/-
چودھویں جلد ، علاقائی ادبیات ، دوم (بلتی سے لے کر براہوئی تک) مرتبہ سید فیاض محمود	۱۸/-
پندرھویں جلد ، اشاریہ جلد اول ، اردو ادبیات — مرتبین : ڈاکٹر عبدالغنی ، رحمٰن ملک ، نادرہ زیدی	
سولھویں جلد ، اشاریہ جلد دوم ، بنگالی ادبیات " "	
سترھویں جلد ، اشاریہ جلد سوم ، علاقائی ادبیات " "	
اٹھارھویں جلد ، اشاریہ جلد چہارم ، فارسی ادبیات " "	
انیسویں جلد، اشاریہ جلد پنجم ، عربی ادبیات " "	

ملنے کا پتہ : پنجاب یونیورسٹی سیلز ڈپو ، لاہور

ڈاکٹر سلطانہ بخش*

شاہ تراب چشتی : بارھویں صدی ہجری کا ایک صوفی شاعر

(۱)

میراں جی شمس العشاق کے خانوادے نے صدیوں تک جنوبی ہند میں سلسلۂ صوفیائے چشت کا بازار گرم رکھا ۔ اس خانوادے کے نامور خلفاء نے اپنے مخصوص فلسفۂ تصوف اور نظام سلوک کی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کے لیے دکنی زبان کو وسیلۂ اظہار بنایا اور اپنے صاحب علم و صاحب ذوق جانشینوں کے فیضان قلم سے دکنی زبان و ادب کو بیش بہا سرمایہ عطا کیا ۔

شاہ تراب اسی خانوادے کے نظام تصوف کے علم بردار اور اسی چشتیہ سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں ، جن کا ضخیم دیوان ، جس کا دنیا میں واحد معلوم نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کی ملکیت ہے ، میں نے مرتب کیا ہے ۔

(۲)

شاہ تراب جن کا نام تراب[1] علی ، تخلص تراب اور لقب گنج الاسرار[2] تھا ، شاہ تراب کے نام سے مشہور تھے ۔ وہ اپنے دور کے وسیع النظر اور فیض اثر صوفی ، صاحب علم ، قادر الکلام اور پرگو شاعر تھے ۔ شاہ تراب کا ذکر کسی تذکرے یا تاریخ میں نہیں ملتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ادبی مراکز سے دور ترنامل موضع چٹ پیٹ (ارکاٹ) میں رہتے تھے ۔ شاہ تراب ترنامل سے بیجاپور آ کر پیر پا شاہ حسینی کے ، جو امین الدین علی اعلیٰ کے پڑپوتے تھے ، مرید ہوگئے اور عشق مرشد میں وطن کو بھول کر بیجاپور[3] ہی میں قیام کر لیا ۔ لیکن جب پیر و مرشد

---

*شعبۂ اردو کوئین میری کالج لاہور ۔

۱۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر ، من سمجھاون ، انتخاب پریس ، حیدر آباد دکن ، ص ۱

۲۔ فتوح المعین ، معین الدین تجلی ، مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان ، کراچی ، ص ۱

۳۔ دیوان شاہ تراب ، مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان ، کراچی ، غزل ۲۵۲ ، ص ۱۲۲

نے ۱۱۵۰ھ میں خلافت عطا کی تو انھیں ساتھ ہی ترنامل جانے کا بھی حکم دیا۔ شاہ تراب ترنامل چلے گئے، وہاں اپنا تکیہ قائم کیا اور اپنے سلسلۂ تصوف کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہوگئے۔ تصوف ان کی زندگی کا محور اور شاعری ان کے لیے تصوف و معرفت کی اشاعت کا ذریعہ تھی۔

ڈاکٹر نور السعید اختر کو شاہ تراب کے سال پیدائش اور سال خلافت دونوں کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں:

''شاہ تراب کی صحیح تاریخ پیدائش کا علم نہ ہو سکا۔ البتہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے پیر و مرشد پیر پاشاہ حسینی نے ۱۱۱۵ھ میں انھیں خرقۂ خلافت عطا[1] کیا''۔ نیز یہ کہ ''شاہ تراب کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ ۱۱۸۲ھ تک جاری رہا۔ اس سنہ میں انھوں نے مثنوی آئینہ کثرت مکمل کی تھی۔ اس اعتبار سے شاہ تراب یقینی طور پر ۷۲ سال تک بقید حیات[2] رہے۔''

شاہ تراب کو یہ خلافت ۱۱۱۵ھ میں نہیں بلکہ ۱۱۵۰ھ میں ملی جیسا کہ اس شعر سے واضح ہے:

او ولی عصر مرشد نامدار   در سن پنجدہ و یک صد یک ہزار[3]
(ظہور کلی)

دیوان تراب کے شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ دیوان سے شاہ تراب کی تاریخ پیدائش ۱۱۳۰ھ متعین ہوتی ہے اور بیس سال بعد ۱۱۵۰ھ میں خرقہ خلافت کا ملنا خارج از امکان نہیں۔ اس کے بیس سال بعد ۱۱۷۰ھ میں شاہ تراب چالیس سال کی عمر میں اپنا دیوان ترتیب دیتے ہیں جس کا اظہار خود شاہ تراب نے اپنے دیوان میں کیا ہے۔

ڈاکٹر نور السعید کے دوسرے بیان کی روشنی میں شاہ تراب کی عمر ۷۲ سال تھی۔ ان کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ ۱۱۸۲ھ تک جاری تھا۔ انھوں نے تاریخ خلافت ۱۱۱۵ھ متعین کی ہے۔ اس بیان سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شاہ تراب کی تاریخ پیدائش اور تاریخ خلافت ایک ہے؟ کیوں کہ ۱۱۸۲ھ میں سے تراب کی عمر کے ۷۲ سال نکال دیے جائیں تو تاریخ ۱۱۱۵ھ نکلتی ہے جو یقیناً غلط ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کو اس سلسلے میں بھی غلط فہمی ہوئی ہے کہ

۱۔ ڈاکٹر نور السعید اختر، گلزار وحدت، معارف جولائی ۱۷ء، ص ۵۴
۲۔ ایضاً، ص ۵۵
۳۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر، من سمجھاون، انتخاب پریس حیدر آباد دکن، ص ۱۷

''میراں جی شمس العشاق سے لے کر پیر بادشاہ حسینی تک خرقۂ خلافت اسی خاندان کے لوگوں تک محدود رہا - پیر پاشاہ حسینی نے اسے پہلی بار ۱۱۱۵ھ میں شاہ تراب چشتی کے سپرد کیا جو اس خاندان کے فرد نہیں تھے[۱]-''

شاہ تراب سید بابا شاہ حسینی عرف پیر پاشاہ حسینی کے مرید خاص تھے - تصوف میں ان کی لگن اور علم و فضل کے سبب انھیں ایک خاص علاقے کی خلافت سے سرفراز کیا گیا تھا جو کسی قابل اعتماد مرید ہی کو مل سکتی تھی - لیکن پیر پاشاہ حسینی کا سلسلۂ خلافت ان کے خاندان ہی میں رہا - ان کے بعد ان کے جانشین اور سجادہ نشین ان کے بھتیجے سید بابا شاہ حسینی عرف حسینی پاشا حسینی پیر ہوئے - سید بابا شاہ حسینی عرف پیر پاشاہ حسینی کی کوئی اولاد نرینہ[۲] نہ تھی - اس لیے انھوں نے اپنے بھتیجے سید بابا شاہ حسینی عرف حسینی پیر کو گود لے لیا تھا اور ان کی شادی اپنی صاحب زادی سے کر دی تھی - اس لیے وہی اپنے چچا کے بعد سجادہ نشین اور خلیفہ ہوئے - لیکن انھیں اپنے دادا سید علی پیر سے خلافت و اجازت تھی - اس طرح خانوادۂ شمس العشاق کی خلافت و سجادہ نشینی ان کے خاندان ہی میں رہی - شاہ تراب کو ان کے علم و فضل اور والہانہ عقیدت کی بنا پر ان کے مرشد نے نہ صرف ''گنج الاسرار'' کا خطاب دیا بلکہ ایک مخصوص علاقہ ترناملی کی خلافت بھی عطا کی -

شاہ تراب کا سال پیدائش ۱۱۳۰ھ ہے - اپنے دیوان کی ایک غزل[۳] میں شاہ تراب نے لکھا ہے کہ جب انھوں نے دیوان کی فکر کی تو اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی - انھوں نے اپنا دیوان ۱۱۷۰ھ میں ترتیب دیا اور یہ دیوان جیسا کہ شاہ تراب نے خود اسی غزل کے اس شعر میں بتایا ہے کہ ایک سال کے عرصے میں تکمیل کو پہنچا :

۱۱۷۰ھ

سن یک ہزار و یک صد و ہفتاد تھا دیکھو
تصنیف جب کیا ہوں صفت ذوالجلال کی[۴]

ان اشعار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ تراب ۱۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے - دیوان

۱- ڈاکٹر نور السعید اختر ، گلزار وحدت ، معارف جولائی ۱۷ء ، ص ۵۶
۲- ڈاکٹر حسینی شاہد ، سید امین الدین علی اعلیٰ ، انجمن ترقی اردو ، آندھرا پردیش، ص ۱۲۱
۳ ، ۴ دیوان شاہ تراب ، مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان ، کراچی، غزل ۵۶۴ ، ۲۸۴

کی اس داخلی شہادت کی روشنی میں شاہ تراب کی پیدائش کے سلسلے میں وہ تمام قیاسات ساقط الاعتبار ہو جاتے ہیں ۔ جن پر اہل قلم اب تک بحث کرتے رہے ہیں ۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر نے شاہ تراب کا سال پیدائش ان کی مثنوی ''گیان سروپ'' کے ایک مخطوطہ مکتوبہ ۱۱۲۱ھ کی بنیاد پر ۱۱۰۴/۱۱۰۵ھ[1] متعین کیا تھا ۔ حالانکہ مثنوی ''گیان سروپ'' میں خود شاہ تراب نے بتایا ہے کہ

اب یارو طرفہ سنو نقل ہے کرناٹک میں ترنامل
بل مشہور جس کا ہے دیول او دیول کا نانوں ارنا جل
اوس ارنا جل کو مار کھندل وو بخشیا واں کا مجھے عمل[2]

اس بند کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ تراب نے مثنوی ''گیان سروپ'' اپنے مرشد پیر پاشاہ حسینی سے خلافت ملنے کے بعد لکھی ، جب ترنامل کا علاقہ انھیں خلافت میں دیا گیا۔ ع وو بخشیا واں کا مجھے عمل، اور شاہ تراب کو یہ خلافت ۱۱۵۰ھ میں ملی ، جیسا کہ اس شعر سے واضح ہے :

او ولی عصر مرشد نامدار در سن پنجدہ و یک صد یک ہزار
(ظہور کلی)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ تراب نے ''گیان سروپ'' ۱۱۵۰ھ یا اس کے بعد لکھی اور اس لیے گیان سروپ کا نسخہ ۱۱۲۱ھ کا مکتوبہ نہیں ہو سکتا ۔ یہ محض کتابت کی غلطی ہے ۔

شاہ تراب کا سال ولادت دیوان کی واضح شہادت کے پیش نظر ۱۱۳۰ھ ہے ۔ اس وقت وہ نوجوان تھے اور ''بھولے بھالے بالک'' تھے ۔ جیسا کہ ''گیان سروپ'' کے اس شعر سے واضح ہوتا ہے :

پر بالک بالا بھولا ہوں من ستراجیو کے تولا ہوں[3]

اس سلسلے میں سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ شاہ تراب کی ساری تصنیفات کم و بیش ۱۱۷۰ھ اور ۱۱۸۷ھ کے درمیانی عرصے میں لکھی گئیں ۔ دیوان تراب ۱۱۷۰ھ، ظہور کلی ۱۱۷۱ھ ، من سمجھاون ۱۱۷۱ھ ، گلزار وحدت ۱۱۷۳ھ ، گنج الاسرار ۱۱۷۹ھ ، آئینۂ کثرت ۱۱۸۷ھ ۔ اگر گیان سروپ ۱۱۲۱ھ میں لکھی جاتی تو یہ سوال سامنے آتا ہے کہ آخر ۱۱۲۱ھ سے ۱۱۷۰ھ تک تقریباً ۹ سال وہ کیا لکھتے

۱۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر ، من سمجھاون، انتخاب پریس ، حیدر آباد دکن ، ص ۷

۲۔ گیان سروپ (مجموعہ رسائل) مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی ، ص ۶۴

۳۔ گیان سروپ ، (مجموعہ رسائل نمبر ۲/۱۱) مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان ، ص ۶۴

رہے ؟ اتنے طویل عرصے تک کسی قلم کار کے تخلیقی عمل کا رک جانا قرین قیاس ہی نہیں بلکہ تعجب انگیز ہے ۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ۱۱۷۰ھ میں ان کا دیوان اور اس کے بعد ۱۱۸۷ھ تک یعنی سترہ سال کی مدت میں ان کی بہت اہم تخلیقات منظر عام پر آئیں ۔

شاہ تراب کی پیدائش کا تعین تو ان کے اپنے بیان کی روشنی میں ہو جاتا ہے ۔ لیکن ان کے سال وفات کا تعین ممکن نہیں ۔ ان کی آخری تصنیف ''آئینہ کثرت'' کا ، اگر اسے شاہ تراب ہی کی تصنیف مانا جائے ، سال تصنیف ۱۱۸۷ھ ہے اور اس کے پیش نظر صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ ۱۱۸۷ھ تک بقید حیات تھے ۔

(۳)

شاہ تراب ایک صوفی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور انھوں نے علوم متداولہ کا اکتساب کیا تھا ۔ وہ نہ صرف فارسی و عربی زبانوں سے واقف تھے بلکہ اردو کے علاوہ مرہٹی اور دوسری علاقائی زبانوں سے بھی آگاہی رکھتے تھے ۔ وہ ایک طرف علم سلوک و تصوف سے آگاہی رکھتے تھے اور دوسری طرف علم رمل ، حکمت ، نجوم ، ہئیت و فلسفہ پر بھی قدرت رکھتے تھے ۔ ان کی تصنیفات میں علم رمل وغیرہ کی اصطلاحات کثرت سے استعمال ہوئی ہیں ۔ ان کے کلام کو دیکھ کر ان کے صاحب علم ہونے کی تصدیق ہوتی ہے ۔

شاہ تراب صاحب دیوان اور کثیر التصانیف شاعر تھے ۔ ان کی تخلیقات میں سب سے اہم دیوان ہے جو پانچ سو اکہتر (۵۷۱) غزلوں ، مخمس ، مستزاد ، مسدس اور سی حرفی پر مشتمل ہے ۔ دیوان اور ان کی دیگر تصانیف کے اشعار کی مجموعی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے ۔ بنیادی طور پر صوفیانہ فکر کو شاہ تراب نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے ۔ شاہ تراب کے دیوان میں مذہبی روح ، قلبی واردات اور انسانی تجربات کا ایک حسین امتزاج نظر آتا ہے ، جس میں تعلیمات مرشد کی تبلیغ بھی ہے اور نصیحت و درس اخلاق بھی ۔ عشق ان کی شاعری میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور اسی تصور عشق کے ذریعے تراب تصوف کے منازل طے کرتے ہیں ۔

ڈاکٹر سیدہ جعفر نے ''من سمجھاون'' میں تراب کی تین غزلیں[۱] درج کی ہیں ۔ جن میں سے دو غزلیں تراب کے دیوان میں موجود ہیں ۔ لیکن سیدہ جعفر صاحبہ کی درج کی ہوئی غزلوں اور دیوان شاہ میں درج شدہ غزلوں کے الفاظ میں بعض جگہ اختلاف ہے ۔ ڈاکٹر صاحبہ کے نسخے میں جو اختلاف ہے اس کی حاشیے میں نشان دہی کر دی گئی ہے ۔

غزل نمبر ۱۳۱ : یہ دیوان کے صفحے ۶۴-۶۵ پر یوں درج ہے :

---

۱ ۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر 'من سمجھاون' انتخاب پریس حیدر آباد دکن ، ص ۸۱-۸۵

صورت پیر جان صورت رب — فی الحقیقت[1] ہے او چہ صورت سب
ص ٦۴

ہر طرف جب اوہی اوہی ہے ظہور[2] — ہم جدا ذات سوں[3] کہو ہیں کب
ص ٦۴

تب کیا دعویٰ انا الحق او — ہر وجود غیر حق[4] دسیا نئیں جب
ص ٦۴

جو کیا ہے عدم وجود خویش[5] — اوس کوں پاوے[6] کا سب مرا مطلب
ص ٦۴

دیر و کعبہ میں جب اوہی[7] پایا — تب ہے کیا قید مذہب و مشرب
ص ٦۴

حب حیدر سوں رکھ صفا یوں دل[8] — جیوں صفائی میں ارسٹی حلب
ص ٦۴

ڈاکٹر سیدہ جعفر نے ریختی کی طرز پر لکھی ہوئی جس غزل کے چھ اشعار کا ذکر کیا ہے ۔ یہ غزل بھی دیوان میں ص ۲۷۵-۲۷٦ پر درج ہے اور سولہ اشعار پر مشتمل ہے ۔ ڈاکٹر صاحبہ کے درج کردہ اور دیوان میں درج شدہ غزل کے الفاظ میں کہیں کہیں اختلاف ہے ۔ صرف انہی اشعار کے اختلافات کی نشان دہی کی جا رہی ہے جن کا حوالہ ڈاکٹر سیدہ جعفر نے دیا ہے :

۱- در حقیقت (ڈاکٹر سیدہ جعفر) ۔

۲- ادھر اُدھر ہیگا ۔

۳- اس سیتی ۔

۴- عرض ۔

۵- کریگا عدم موجود کوں ایک ۔

٦- اوہی پاوے ۔

۷- وہی ۔

۸- یوں صفا کر دل ۔

غزل نمبر ۵۵

۱

شعر نمبر ۱ : رین کولے ہات دل کا دیا سجن کو ڈھونڈنے چلی چلی جی

۲

سجن سجیلا نظر پڑا کئیں ہر یک سوں بوجھے گلی گلی جی

۳

شعر نمبر ۳ : پرت کا بھڑکا لگ کے دھڑکا تپی تجاری پولا سٹیا ہے

۴

اگن کی سو ساں کوں سوس ناسک پکارتی ہوں جلی جلی جی

۵

شعر نمبر ۸ : چمن چمن سب کھلے سنی سوں خبر نئیں جو پی کا بند ٹوٹیا سو

۶ ۷

پیا پیا کر پھرے دیوانی بھنور نمن میں کلی کلی جی

۸

شعر نمبر ۱۲ : ہوا پکارا ایہی جہاں میں پھتر سوں تن کولجا دیوانی

۹ ۱۰

بھسرہ میں پیو کی تو برہنی ہو ، چکی میں غم کی دلی دلی جی

۱۱ ۱۲

شعر نمبر ۱۵ : کروں یہ فریاد کس نے جا کر مجہ جلی دل کا داد دیوے

۱- شمع ہوکارتی ہوں جلی جلی جی ، ڈاکٹر سیدہ جعفر ، من سمجھاون ، ص ۸۳

۲- میں کرکر ہر اک کوں پوچھی -

۳- تپا توزاری -

۴- نہ سک ہوکارتی -

۵- نہیں ہے پیا گیا ہے -

۶- کہہ -

۷- کے نمنے -

۸- کہ جاں میں پتھر سے تن کو پسہا دیوانی -

۹- برہا -

۱۰- بریانی ہو کر -

۱۱- میں -

۱۲- جو کوئی جلے -

غـزل میرا یـہ پکارتـا[1] ہے جواب خـاطر ولی ولی جی

شعرنمبر ۱۶ : بـتـا[2] اشارت سوں بولتے ہیں سگل[3] محبان تراب کے تئیں

قبر سوں اپنی اوٹھے گا[4] کہتا بروز محشر علی علی جی

ڈاکٹر سید جعفر[5] نے جس تیسری غزل کا ذکر کیا ہے ، وہ غزل دیوان میں نہیں ہے - نیز ڈاکٹر صاحبہ کی درج شدہ اس غزل کے مقطع میں تخلص نہیں ہے - اس لیے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ غزل شاہ تراب کی ہے -

(۴)

ڈاکٹر نور السعید اختر نے اپنے مضمون ''گلزار وحدت''[6] میں شاہ تراب کی دو چھوٹی نظموں کا ذکر کیا ہے - جس میں ایک نظم کو ''سوالات شاہ تراب'' کا عنوان دیا ہے - دراصل یہ غزل ہے اور دیوان کے صفحہ ۲۲۸-۲۲۹ پر درج ہے - یہ غزل سترہ اشعار پر مشتمل ہے - ڈاکٹر صاحب کے دیے ہوئے مطلع اور مقطع میں اور دیوان میں درج شدہ غزل کے مقطع اور مطلع میں معمولی سا فرق ہے - حاشیے میں اس کی نشان دہی کی جاتی ہے - دیوان میں مطلع اور مقطع یوں ہے -
غزل نمبر ۲۶۷

مطلع : سب پیر ہور فقیر تـو[7] میرا سوال ہے
کل شے اوپر محیط سوں کیوں ذوالجلال ہے ص ۲۲۸
مقطع : اوہی مرے سوال کا دیوے گا خوش جواب

---

۱ غزل تو میرا پکارتا ہے -
۲- اتا -
۳- سکل -
۴- اپنے اوٹھاءاو -
۵- ڈاکٹر سیدہ جعفر ، من سمجھاون ، انتخاب پریس حیدر آباد دکن ، ص ۸۴-۸۵
۶- ڈاکٹر نور السعید اختر ،گلزار وحدت ، معارف، جولائی ۱۷ء، ص ۶۰-۶۱
۷- ہو - ڈاکٹر نور السعید اختر ، گلزار وحدت -

جس کوں تراب پیو کا میسر[1] وصال ہے ص ۲۲۹

دوسری[2] نظم کے متعلق ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ایک مختصر سی نظم ہے جس کے اشعار کی تعداد سترہ ہے ۔ ہر شعر میں ایک دقیق بات بیان کی گئی ہے ۔ سترہ اشعار پر مشتمل یہ غزل دیوان کے صفحے ۹۸-۹۹ پر درج ہے ۔ اس میں شاہ تراب نے سراپائے محبوب کو علم نجوم کی اصطلاحات کی مدد سے بیان کیا ہے ۔ نیز بارہ مہینوں کے مطابق ستاروں کے نام مریخ ، عقرب ، سنبلہ ، جوزا ، عطارد ، ثور ، میزان ، زہرہ ، مشتری ، دلو ، سرطان اور اسد کی اصطلاحات استعمال کی ہیں ۔ اس غزل کا مطلع اور مقطع یہ ہے :

غزل نمبر ۲۰۵

مطلع : سر حمل ہور ثور گردن جوزا کر
کچھ ہے خرچنگ شیر سینہ اے پسر ص ۹۸

مقطع : طالب صادق کی خاطر اے تراب
چند ابیات یو کہا ہوں مختصر ص ۹۹

(۵)

ڈاکٹر نور السعید اختر صاحب نے تراب کی جن غزلیات کا ذکر کیا ہے وہ دیوان میں موجود ہیں ۔ ایک غزل جس میں ''کرشن[3] جی'' کی تعریف ہے اور جس کا مطلع یہ ہے :

غزل نمبر ۵۴۰

لگا ہے دل مرا اوس سوں کہ جو مرلی مراری ہے

سلونا سانولا گر دہر گڑر[4] جس کی سواری ہے

دیوان کے صفحہ ۲۶۹ پر درج ہے ۔ اس غزل کے اشعار کی تعداد نو ہے ۔ دوسری غزل جس کا تذکرہ ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے اس کا مطلع یہ ہے :

رہتا ہوں صبح و شام گرفتار کیف میں حیرت زدہ ہوں صورت دیوار کیف میں

یہ مخطوطہ دیوان شاہ تراب کے صفحہ ۱۲۶ پر درج ہے اور گیارہ اشعار پر مشتمل

۱- میرے ۔ ڈاکٹر نور السعید اختر ، گلزار وحدت ۔
۲- ڈاکٹر نور السعید اختر ، معارف ۱۹۷۱ء ، ص ۶۱
۳- ایضاً ، ص ۶۱-۶۲
۴- ڈاکٹر نور السعید اختر ، سلونا سانولا دلبر گڑر جس کی سواری ہے ، ص ۶۱